68

نیکی میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو۔

(فرمودہ ۲۷/جولائی ۱۹۱۷ء)

حضور نے تشہّد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ تلاوت فرمانے کے بعد آیت مندرجہ ذیل تلاوت فرمائی:۔

ولکلٍ وجھۃٌ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات ط این ما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا ط ان اللہ علٰی کُلّ شیئٍ قدیر ○

(البقرہ:۱۴۹)

تمام مذاہب اپنے پیروؤں کو اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ نیکی اور تقویٰ کو اختیار کرنا چاہیئے۔لیکن اسلام اور دیگر تمام مذاہب میں ایک فرق ہے۔ یہ بے شک درست ہے کہ اسلام بھی ان مذاہب کی طرح تعلیم دیتا ہے کہ نیکی اختیار کرو مگر جہاں اور فرق ہیں۔وہاں ایک یہ بھی ہے کہ دوسرے مذاہب صرف لفظ نیکی کی طرف متوجّہ کرتے ہیں۔اور اسلام اس بات کی بھی اطلاع دیتا ہے کہ جس نیکی کی طرف متوجّہ کرتے ہیں۔وہ چیز کیا ہے۔

یہ ممکن نہیں کہ کوئی مذہب بدی کی تعلیم دیتا ہو۔کیونکہ کوئی پاگل نہیں جو یہ کہے کہ تم بدی اختیار کرو۔تو دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں جو بظاہر شرارت کی طرف لوگوں کو بلاتا ہو کیونکہ محض عقل بھی بلا کسی الہامی مدد اور اشارہ کے یہی تعلیم دیتی ہے کہ نیکی اختیار کرنا چاہیئے۔پس مذاہب میں فرق اس بات میں نہیں کہ نیکی اختیار کرنا چاہیئے یا نہیں بلکہ اختلاف اس امر میں ہے کہ دوسرے مذاہب جو نیکی کی تعریف کرتے ہیں وہ حقیقت سے دور کرنیوالی ہوتی ہے۔

پہلا فرق اسلام اور دیگر مذاہب میں یہ ہے کہ اسلام کے سوا تمام مذاہب صرف لفظ نیکی کی طرف بلاتے ہیں۔ اور اسلام اس حقیقت کی طرف متوجّہ کرتا ہے جو اصل مقصود ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص بیمار ہو تو یہ اکثر لوگ کہیں گے اس مرض کا علاج کرنا چاہیئے۔ اور کچھ ان میں سے کوئی نہ کوئی دوا بھی بتائیں گے۔ جن میں بہت اختلاف ہوگا۔ اور جو بجائے مرض کو دور کرنے کے اکثر نقصان کا موجب ہوں گی۔ مگر جو دانا انسان ہوگا۔ اور جو مرض کو سمجھتا ہوگا وہ اس مرض کا مناسب علاج بتائے گا۔ پس اسلام اور دیگر مذاہب میں نیکی کے بارہ میں ایک فرق ہے۔ اور وہ یہ کہ اسلام حقیقی تعریف نیکی کی بتاتا ہے۔ اور حقیقت کی طرف لاتا ہے۔ مگر دیگر مذاہب حقیقت سے بہت دور کر دیتے ہیں۔

اسلام اور دوسرے مذاہب میں دوسرا فرق یہ ہے کہ دوسرے مذاہب صرف نیکی کی طرف بلاتے ہیں۔ مگر اسلام استباق کی طرف بلاتا ہے۔ کہ نیکی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔ سبقت کے معنی ہیں آگے بڑھنا۔ اور استباق کے معنے ہیں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **ولكل وجهة هو موليها فاستبقوا الخيرات**۔ گو لفظاً سب مذاہب نیکی کی طرف لے جاتے ہیں۔ مگر اصل یہ ہے کہ وہ نیکی سے دُور لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہر ایک نے ایک ایک طرف اختیار کر لی ہے اور نیکی کی طرف سے منہ پھیر لیا ہے۔ اگرچہ کہتے یہی ہیں کہ ہم نیکی کی طرف لئے جاتے ہیں لیکن واقعہ میں ایسا نہیں کرتے۔ پس ان کے اور طرفوں کو اختیار کر لینے سے نیکی کی طرف خالی رہ گئی ہے۔ تم اس کو لے لو۔ مدعی دوسرے بھی ہیں کہ وہ نیکی کی طرف لئے جاتے ہیں۔ مگر وہ نیکی سے دُور لئے جاتے۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ جب تمام مذاہب نے اپنے لئے اور طرفیں اختیار کر لی ہیں تو تم کو کیا کرنا چاہیئے۔ یہ کہ اوّل تو نیکی کی طرف کو اختیار کرو۔ دوسرے استباق کرو۔

کیا لطیف قرآن کریم کا طریقِ کلام ہے۔ یہاں استباق کا لفظ رکھا ہے جس میں بظاہر سرعت اور تیزی نہیں پائی جاتی۔ کیوں؟ اسلئے کہ اگر دو آدمی سُست روی سے جارہے ہوں اور ایک ان میں سے کسی قدر آگے بڑھ جائے تو اس نے استباق کر لیا۔ اور اس طرح ہر کام میں تھوڑے سے بڑھنے کا نام استباق رکھ لیا۔ اور سمجھ لیا کہ میں نے خدا کے حکم کو پورا کر دیا ہے۔ لیکن در اصل اس لفظ میں انتہاء درجہ کی سرعت اور تیزی سے آگے بڑھنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک کیلئے یہ حکم ہے کہ استباق کرے۔ اب اگر ایک

کوشش سے کچھ آگے بڑھے تو دوسرے کیلئے حکم ہے کہ وہ اس سے بڑھے۔ جب وہ اس سے بڑھے گا تو پھر پہلے کو وہی حکم آگے بڑھنے کیلئے تیار کریگا۔ غرض ہر ایک کے لئے استباق کا حکم ہے۔ تو ہر ایک جہاں تک انسانی طاقت میں ہے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے گا۔ اس لفظ **فاستبقوا** کی بجائے کئی اور لفظ ہو سکتے تھے۔ مثلاً **فاسعوا** ہوسکتا تھا یا از یں قبیل کوئی اور لفظ۔ مگر جو حقیقت لفظ **فاستبقوا** میں رکھی گئی ہے۔ وہ کسی اور میں نہیں آسکتی تھی۔ اس لئے اسی کو رکھا گیا۔ اس جگہ قرآن کریم اسلام اور دیگر مذاہب کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور بتاتا ہے کہ تمام مذاہب خیرات کی طرف سے غافل ہیں۔ اور خیرات کی حقیقت سے ناواقف۔ پس اس وقت مسلمانوں کے لئے اچھا موقع ہے کہ آگے بڑھیں۔ یہ لفظ ایسا جامع ہے کہ جس سے بڑھ کر کسی مقصد اور مدعا کی طرف دوڑنے اور جلدی کرنے کا حکم ہو ہی نہیں سکتا۔ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص دوڑے مگر پوری طاقت سے نہ دوڑے۔ جلدی کرے۔ مگر جس قدر کہ چاہئیے۔ اسقدر جلدی نہ کرے۔ لیکن استباق کے حکم کا اس وقت تک پورا ہونا ناممکن ہے۔ جب تک کہ پورے زور اور پوری طاقت سے کام نہ لیا جائے۔ ایک آدمی تیزی سے چلتا ہے۔ اس کو حکم ہے کہ دوسرے سے آگے بڑھے اب جس قدر وہ دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرسکتا ہے وہ اس لفظ استباق میں آگئی .... کیوں؟ اس لئے کہ جب ایک شخص سے دوسرا بڑھتا ہے تو اسکو بھی تو حکم ہے کہ آگے بڑھو۔ اسلئے وہ اس سے زیادہ تیزی سے آگے بڑھے گا۔ پھر پہلے کیلئے حکم ہے کہ تم آگے بڑھو۔ اسلئے وہ اس سے زیادہ تیزی اختیار کریگا حتٰی کہ جس قدر کسی میں طاقت اور ہمّت ہوگی۔ وہ سب اس میں صرف کر دیگا۔

پس استباق اپنے اندر تیزی اور دوڑنے یا جلدی کرنے کے معنٰی نہیں رکھتا۔ مگر حقیقت میں اسقدر تیزی رکھتا ہے کہ جس قدر کسی انسان میں طاقت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا۔ (البقرہ: ۲۸۷)

تو اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر جس قدر بھی طاقت ہے۔ اس تمام کے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اس غرض کیلئے لفظ بھی ایسا رکھا ہے جو تمام غفلتوں کو کاٹ دیتا ہے۔ تمام سُستیوں کو دُور کر دیتا ہے۔

دیگر مذاہب کہتے ہیں کہ نیکی کرو۔ مگر اسلام کہتا ہے کہ نیکی کرو اور ایک دوسرے سے بڑھو۔ یہ کام کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ ایک دو کا مقابلہ ہو تو خیر۔ لیکن یہاں تو ہزاروں ہی اس کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک دوسرے سے

بڑھ جانے کی کوشش کر رہا ہے۔ جب ایک دو کے مقابلہ میں تیاری کی ضرورت ہوتی ہے تو جہاں ہزاروں میں مقابلہ ہو وہاں کتنی تیاری کی ضرورت ہوگی۔ گھوڑ دوڑوں میں کتنی تیاری کی جاتی ہے۔ اسی طرح جب لوگ آپس میں دوڑتے ہیں کتنی کوشش اور تیاری کرتے ہیں لیکن جہاں کروڑوں ہوں وہاں کتنی تیاری کی ضرورت ہوسکتی ہے۔ اسلام نے اس حکم کے ساتھ سب سستیوں کو کاٹ دیا ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا سکھائی ہے کہ خدایا سُستی اور غفلت اور کسل سے بچا [1]۔ قرآن سُست لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور سُست کبھی خدا کا مقبول نہیں ہوسکتا۔ پس اسلام نہ صرف نیکی ہی کی تعلیم دیتا ہے۔ بلکہ دوسروں سے نیکی میں بڑھنے کا حکم دیتا ہے۔ اور ہر وقت اور ہر گھڑی چُست اور تیار رہنے کی تلقین کرتا ہے۔

اگر قرآن کریم کے اس ایک ہی حکم پر مسلمان عمل کرتے تو سارے جہان پر بھاری اور سب پر حاوی ہو جاتے۔ مگر افسوس انہوں نے اس طرف توجّہ نہ کی۔ اور ذلیل وخوار ہو گئے۔ اب ہم لوگوں کو جنہیں خدا تعالیٰ نے اصل اسلام پر قائم کیا ہے بہت تیاری کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرنے دینا چاہیئے کہ ہمارے قدم پہلے سے زیادہ تیزی کے ساتھ نیکی کی طرف نہ اٹھ رہے ہوں۔ کیونکہ مسلمانوں کو صرف اس امر کا حکم نہیں دیا گیا کہ نیکی کرو۔ بلکہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ نیکی کرنیوالوں میں سب سے آگے بڑھ جاؤ۔

آریہ لوگوں نے اھدنا الصراط المستقیم پر اعتراض کیا ہے کہ کیا مسلمانوں کو اب تک رستہ نہیں ملا کہ وہ اس کے پانے کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ مگر نادان نہیں جانتے کہ مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ **فاستبقوا الخیرات** کسی وقت بھی غفلت نہ کرو۔ بلکہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اور ہدایت کے معنے صرف رستہ بتانے کے ہی نہیں۔ بلکہ رستہ پر چلانے اور مقصود تک پہنچانے کے بھی ہیں۔ اور اسلام چونکہ روحانی ترقیات کی کوئی حد بندی نہیں کرتا۔ بلکہ اعلیٰ سے اعلیٰ کمالات کا وارث بناتا جاتا ہے اور اس کے خزانہ میں کبھی کمی نہیں۔ اس لئے یہ دُعا ایک بڑے سے بڑا خدا کا پیارا انسان بھی کرسکتا ہے اور ایک گنہگار بھی۔ پس اھدنا الصراط المستقیم کی دعا ترقی کو محدود نہیں کرتی بلکہ یہ بتاتی ہے کہ خواہ تم کتنا ہی بڑا درجہ حاصل کرلو۔ پھر بھی خدا کے انعامات

[1] :- بخاری کتاب الدعوات باب الاستعاذہ من العجز والکسل۔

اور فضلوں کو ختم نہیں کر سکتے ۔ اگر اسلام درجات کی حد بندی کر دیتا اور کہہ دیتا کہ فلاں فلاں انعام کے بعد تمہیں کچھ نہیں مل سکتا۔ تو گویا اپنے پیرووں کو سست کر دیتا مگر اسلام تو سستی کا دشمن ہے۔ اس لئے اس نے درجات کی حد بست نہیں کی ۔ بلکہ کہہ دیا کہ اگر کسی نے بڑے سے بڑا درجہ بھی روحانیت کا حاصل کرلیا ہے تو بھی اسکے لئے آگے بڑھنے کا رستہ کھلا ہے۔ پس اسلام تو یہی کہتا ہے کہ آگے بڑھو اور آگے بڑھو۔ اور بڑھتے ہی چلے جاؤ۔

دنیا کی جو حالت نبی کریمؐ کے وقت میں تھی ۔ وہی حالت اب بھی ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تقویٰ کی بجائے عصیان کا دور دورہ تھا۔ آج بھی ایسا ہی ہے۔ دنیا کا کثیر حصّہ اس قسم کا ہے جو خدا کی محبت کی جگہ دنیا کی محبت کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اور خدا کو چھوڑ کر دنیا میں مشغول ہو گیا ہے۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو دنیا کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے بھیجا ہے۔

پس یہ مسیح موعودؑ کا زمانہ ہے۔ اگر یہ موقعہ بھی سستی اور غفلت میں گزر گیا تو پھر اور کون سا موقعہ آئے گا۔ اس وقت رحمت کے دروازے کھلے ہیں۔ قرآن کریم میں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کی گئی ہے وہاں خدا تعالیٰ فرماتا ہے: **واذا الجنۃ ازلفت** (التکویر) اب ہر قسم کی شرارت اپنے زور پر ہے۔ دہریت نے ہر طرف اپنے پیر پھیلا رکھے ہیں۔ خدا کے بندے خدا سے دُور جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے حالات اور ایسے وقت میں جنّت کو قریب کر دیا جائے گا۔ پس ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ نیکی میں استباق کریں۔

مگر یاد رکھو کہ نیکی کرو اور ساتھ ہی خدا سے ڈرو۔ بعض لوگ نیکی میں اگر قدم آگے بڑھاتے ہیں تو اس پر فخر کرتے ہیں۔ اور اگر ان کے کسی معاملہ میں انکے خلاف کچھ نوٹس لیا جائے تو کہتے ہیں کہ ہم سے یہ معاملہ کیوں کیا گیا۔ یاد رکھو۔ خُدا کو کسی کی خدمت کی پرواہ نہیں۔ اللہ غنی ہے۔ وہ صمد ہے۔ **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ** (الاخلاص) کہہ دو کہ اللہ ایک ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں۔ سب اسکے محتاج ہیں۔ بعض لوگوں نے صمد کے معنی غنی کئے ہیں۔ مگر نہیں اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ پس یاد رکھو کہ اللہ صمد ہے۔ وہ ہرگز ہرگز کسی کا محتاج نہیں بلکہ سب اسی کے محتاج ہیں۔ **فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ** کا حکم خدا نے اس لئے نہیں دیا کہ نعوذ باللہ خدا کسی مصیبت میں مبتلا ہے۔ اور کہتا ہے کہ بھاگنا بھاگنا اور جلدی مجھے اس

مصیبت سے بچانا۔اس کا یہ حکم دینا اس کے کسی فائدہ کیلئے نہیں۔ بلکہ خود تم پر احسان ہے۔اور دین کی خدمت کرنا خدا پر احسان کرنا نہیں بلکہ یہ بھی تم پر خدا کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں یہ موقع دیا۔ یہ اللہ کا احسان ہے کہ وہ ہم کو اس کام کا موقع دے اگر تم تقویٰ پیدا کرو گے تو خدا پر احسان نہیں کرو گے۔ یہ سب خدا کے احسان ہیں کہ باوجود یہ سب کام اسکے نہیں ہمارے اپنے لئے ہیں۔ پھر وہ ہمیں ثواب اور انعام دیتا ہے۔پس کیسا نادان ہے وہ انسان کہ اسی کے فائدہ کیلئے کوئی اسے بتاوے کہ میاں اس طرح کرو گے تو تمہارے لئے مفید ہوگا۔وہ مان تو لے گا مگر الٹا اس پر احسان جتائے کہ میں نے تمہارا کہا مانا ہے۔خدا بندوں کو نیکی کی طرف متوجہ کرتا ہے۔وہ کسی کا محتاج نہیں بلکہ لوگ محتاج ہیں کہ خدا انکی مدد اور نصرت فرمائے۔ پھر نعوذ باللہ خدا ڈوبتا نہیں کہ اپنے بندوں کو اپنی مدد کیلئے بلا رہا ہے۔ بلکہ بندے ڈوب رہے ہیں وہ انکی مدد اور ان ڈوبتوں کو بچانے کیلئے بڑھتا ہے اور غرق ہونے سے بچنے کے طریق بتاتا ہے۔پس کیسا نادان ہے وہ شخص کہ جو ڈوب رہا ہے۔اور کوئی اس کو بچانے کے لئے رسہ پھینکے اور کہے کہ پکڑ لو غرق ہونے سے بچ جاؤ گے تو وہ کہے کہ اگر تمہارے کہنے سے میں نے رسہ پکڑ لیا تو کیا انعام دو گے۔تو خدا بندوں کو اس لئے نیکی کا حکم نہیں دیتا کہ نعوذ باللہ اس کو کسی ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ بلکہ اس لئے کہ اگر بندے اسکی بتلائی ہوئی راہوں پر قدم نہیں ماریں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔پس جس کو کوئی دین کا کام کرنے کا موقع ملتا ہے وہ خوش قسمت ہے۔اس کا خدا پر کوئی احسان نہیں۔ بلکہ اپنی جان پر احسان ہے۔کیسی نادانی ہے کہ کام اپنی جان کے فائدہ کیلئے کیا جائے۔اپنے نفس کو بچایا جائے۔مگر سمجھا یہ جائے کہ ہم نے خدا پر احسان کیا ہے۔اس میں خدا کو کونسا نفع ہوا۔ پھر اس پر احسان کے کیا معنے؟

پس وہ لوگ بڑے نادان ہیں جو فخر کرتے ہیں کہ ہم نے فلاں خدمت کی اور ہم نے فلاں کام کیا وہ غور کریں کہ کیا انہوں نے خدا کی خدمت کی یا اپنے نفس کی۔ یا خدا نے آقا ہو کر مالک ہو کر ان اپنے غلاموں کی خدمت کی۔انہیں ہلاکت سے بچنے اور انعامات کے حاصل کرنے کے طریق بتلائے تو احسان اس کا ہے کہ اسکے بتانے سے ہم ہلاکت سے بچ گئے نہ کہ ہمارا کہ ہم نے ان پر عمل کیا۔کیا وہ شخص عقلمند ہو سکتا ہے جو تاریکی میں راستہ بھولا ہوا گرتا پڑتا ٹھوکریں کھا رہا ہو۔کوئی اسے بتائے کہ تم ادھر سے جاؤ اور فلاں دیوار کے ساتھ ساتھ جانا۔ پھر آگے تمہیں فلاں گلی ملے گی۔وہاں سے نکل کر آگے

بڑھو گے تو سیدھے اس جگہ پہنچ جاؤ گے۔ جہاں جانا چاہتے ہو۔اب یہ شخص اسکی ہدایت پر عمل کرے اور اپنے گھر پہنچ کر رستہ بتانیوالے کو خط لکھے کہ چونکہ میں نے آپ کی باتوں کو مانا ہے اس لئے آپ مجھ کو انعام دیں۔ یہ میرا آپ پر احسان ہے کہ میں نے آپکی بات تسلیم کی۔کوئی سمجھدار اور عقلمند ایسا نہیں کرسکتا۔اسی طرح اللہ کے جسقدر احکام ہیں وہ اس کے اپنے فائدہ کیلئے نہیں بلکہ بندوں کے نفع کیلئے ہیں اور بندوں کی ہی جان بچانے کے لئے ہیں۔اس لئے...... ان پر عمل کرو۔دین کی خدمت کرو اور ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو۔مگر یہ ضرور احتیاط کرو کہ ریاء نہ آنے پائے۔خدمت کر کے کبھی خیال نہ کرو کہ ہم نے کچھ کام کیا ہے۔اور ہمارا خدا پر احسان ہے کہ ہم نے اس کے دین کی خدمت کی ہے۔بہت سی جماعتوں نے خدا کے دین کی خدمت کی۔اور پھر اس پر فخر کیا۔اس لئے وہ ہلاک ہوگئیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی کی حالت کی طرف دیکھو۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو وحی لکھوا رہے تھے۔زور کلام اللہ کا اس پر بھی اس قدر پڑا کہ وحی کا آخری حصّہ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ اس کی زبان پر جاری ہو گیا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی لکھو۔اس نے کہا۔میں سمجھ گیا۔وحی نہیں ہوتی آپ ہی لکھواتے ہیں۔اور اس کا نام وحی رکھ دیتے ہیں۔اور یہ منصوبہ ہے اس طرح وہ رسول کریمؐ کا منکر ہو گیا[1]۔اس پر خدا کا ایک فضل ہوا تھا۔مگر وہ اس کو جذب نہ کرسکا۔پس خوب یاد رکھو کہ خدمت کرو۔مگر ساتھ ہی خدا سے ڈرو۔اگر تکبّر کرو گے یا احسان جتلاؤ گے تو خدا کی درگاہ سے نکال دیئے جاؤ گے۔صحابہؓ کو ہم دیکھتے ہیں انہوں نے بڑی بڑی خدمتیں کیں۔مگر کسی پر ظاہر نہ کیا۔کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ ہمیں یہ موقعہ ملا۔قرآن کریم میں جہاں یہ حکم ہے۔فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَات۔وہاں یہ بھی ہے۔يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لا تبطلوا صدقتكم بالمن والاذى (البقرہ:۲۶۵) کہ اپنے صدقات کو ظاہر کر کے یا احسان بتلا کر یا دوسروں کو تکلیف دیکر ضائع مت کرو۔صدقات کے اظہار کے بھی مواقع ہوتے ہیں۔تو فرمایا چندہ دو۔مگر اس طرح نہ دو کہ وبالِ جان ہوجائے۔

پس ان باتوں کو خوب یاد رکھو۔یہ وہ زمانہ ہے جس کا نقشہ قرآن کریم میں کھینچا گیا ہے۔آج تمام دنیا دین سے بے خبر ہے مگر رحمت کے دروازے کھولے گئے ہیں۔اور

---

[1] :- تفسیر کبیر مصری الجزء ۶ ص ۲۷۶۔

ایک مامور کے ذریعہ خدا کی رحمت آئی ہے۔ پس ایک دوسرے سے آگے بڑھ جاؤ۔ تمام باتوں میں قناعت کرو۔ مگر نیکی کے حصول میں کبھی قناعت نہ کرو۔ اور یہ ہرگز مت خیال کرو کہ اب بہت کچھ ہو گیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دیکھو کہ دنیا کے متعلق تو یہ کہ مال آتا ہے تو انصار کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے بھائی مہاجرین کو دیدیا جائے [1]۔ مگر نیکی کے معاملہ میں کبھی یہ نہیں ہوا کہ انصار نے کہا ہو مہاجرین ہی کرلیں یا مہاجرین کہیں کہ انصار ہی کرلیں یا فلاں کرلے۔ ہم نے بہت کچھ کرلیا ہے۔ بلکہ ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چندہ کے متعلق فرمایا تو حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ ہمیشہ ابوبکرؓ صدقات میں بڑھ جاتے ہیں۔ آج میں ان سے بڑھ جاؤں گا۔ میں اپنا نصف مال لے جاؤں گا۔ چنانچہ میں اپنا نصف مال لے گیا۔ مگر حضرت ابوبکرؓ اپنا تمام اثاثہ لے گئے۔ میں جی میں شرمندہ ہوا [2]۔

اسی طرح جنگِ خیبر کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو خدا سے پیار رکھتا ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے کبھی میرے جی میں نہیں آیا تھا کہ نبی کریمؐ کے آگے بڑھ کر بیٹھوں۔ لیکن اس وقت میں اُچھل کر آنحضرتؐ کے آگے آگرتا کہ حضورؐ مجھ کو دیکھ لیں کہ میں موجود ہوں۔ اور شاید جھنڈا مجھے ہی دیدیں [3]۔ تو نیکی میں قناعت اور سُستی اور کمزوری نہیں ہونی چاہیئے۔ ہمارا کام نیکی میں بڑھنا ہے۔ مگر یہ ضرور یاد رہے کہ اسکے ساتھ ریا نہ ہو۔ بہت سے لوگ اپنے کاموں کا اظہار چاہتے ہیں کہ انکے کاموں کو بار بار سراہا جائے۔ مگر یہ ایک مرض ہے۔ جو بہت مخفی ہوتا ہے اور اسکے بڑے خطرناک نتائج نکلتے ہیں۔ یہ بات مبلغوں میں بھی ہے۔ وہ رپورٹ لکھ کر بھیجتے ہیں۔ جب نہ چھپے تو اخبار والوں کو ڈانٹ ڈانٹ کر خط لکھتے ہیں کہ کیا ہمارا حق نہیں تھا کہ اخبار میں ہماری رپورٹ چھپتی۔ واعظوں میں بھی یہ بات ہے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انکے دل کو زنگ لگ جاتا ہے۔ کئی انجمنیں ہیں جنکی خواہش ہوتی ہے کہ انکے کام کی تعریف کی جائے۔ وہ اپنے کام کی نمائش کرتی ہیں تا کہ لوگ کہیں کہ انہوں نے بڑا کام کیا ہے۔ حالانکہ ایسا کرنیوالوں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ دوسروں کو کام پر آمادہ کرنے اور تحریک کیلئے کسی کو اپنا کام دکھانا اور بات ہے۔ مگر یہ نہ ہو کہ دوسروں کے منہ سے یہ

[1]: بخاری کتاب مناقب الانصار باب قول النبیؐ اصبروا حتی تلقونی علی الحوض

[2] ترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما کِلَیْہِمَا۔ [3] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر۔

سننے کیلئے کہ انہوں نے بڑا کام کیا ہے۔ایسا کیا جائے۔

پس مومن کو ریا سے بچنا چاہیئے۔خدا کا قرب ایسا نہیں کہ ریا کاری سے میسر آ جائے۔خدا کے فضل محدود نہیں۔وہ بڑا رحیم وکریم ہے۔انسان ہی اسکی صفات کا منکر ہے۔اس کے فضل اور اسکے انعام اس قدر زیادہ ہیں کہ اگر کوئی انسان اس قدر بھی لے لے کہ اس سے پہلے کسی نے اس کے برابر نہ لیا ہوتو بھی وہ اس سے کم ہے۔جتنا ایک چیونٹی سمندر سے پانی بھر کر لے جائے۔اللہ کے دروازے ہر ایک کیلئے کھلے ہیں۔اس کے انعام اور فضل ہر ایک کیلئے ہیں۔

دوسری بات یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ من اور احسان جتلانے سے بہت نقصان ہوتا ہے۔خدمت کر کے جتانا اپنے کام کو کھونا ہے۔جب انسان احسان جتاتا ہے تو آئندہ اس سے توفیق چھین لی جاتی ہے۔لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔کیا وہ انسان دانا ہے جو بڑی لاگت سے ایک مکان بنائے اور پھر خود ہی اسے دیا سلائی لگا کر جلا دے۔مگر بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان سے کوئی غلطی یا قصور ہو جائے۔اور اس پر انہیں سزا دی جائے تو کہتے ہیں کہ ہم نے دین کی فلاں فلاں خدمت کی ہے مگر ہماری قدر نہیں کی گئی۔انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی کام کرنا الگ بات ہے اور کسی نقص پر سزا دینا یا محاسبہ کرنا یہ بالکل علیحدہ بات ہے۔

کعب بن مالک کا واقعہ کیسا سبق آموز ہے۔وہ تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔مکّہ کی فتح میں بھی ساتھ تھے۔مگر غزوۂ تبوک میں سُستی سے پیچھے رہ گئے۔نبیٔ کریمؐ نے انہیں ایسی سخت سزا دی کہ انکے سلام کا جواب تک نہ دیتے تھے۔تمام مسلمانوں کو کلام کرنے سے روک دیا۔حتّٰی کہ بیوی کو بھی الگ کر دیا۔اسی حالت میں غسان کے بادشاہ کا ایلچی ان کے پاس خط لایا جس میں لکھا تھا کہ تیرے صاحب نے تیری قدر نہیں کی۔تُو میرے پاس آ جا۔انہوں نے یہ کہہ کر کہ یہ شیطان کا آخری حملہ ہے خط کو تنور میں ڈال دیا اور ایلچی کو کہا کہ اپنے بادشاہ کو یہ پیغام پہنچا دینا [1]۔مگر آجکل کے لوگ ہیں کہ ان سے اگر کچھ باز پُرس کی جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہماری خدمات کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ہماری قدر نہیں کی گئی۔یاد رکھنا چاہیئے کہ انتظام الگ چیز ہے اور کام کرنا الگ چیز اور انتظام قائم رکھنے کیلئے جو غلطی کرتا ہے۔اس سے پوچھا جاتا ہے خواہ وہ کوئی ہو۔

[1]:۔ بخاری کتاب المغازی باب غزوہ تبوک حدیث کعب بن مالک۔

پس خدا کے حکم کے ماتحت دین کے لئے ایسی کوششیں کرو کہ شیطان کو بھگا دو۔ مگر اس لئے ہرگز نہ کرو کہ تمہاری تعریف کی جائے۔ اور کام کر کے یہ مت خیال کرو کہ ہماری غلطیوں پر ہم سے باز پرس نہ کی جائے گی۔ پھر خدا پر احسان مت جتاؤ۔ من واذی سے کام نہ لو۔ تمام ذرائع سے اسلام کی خدمت کرو۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا زمانہ بہتر ہے۔ پھر جو اسکے بعد آئے۔ پھر جو اسکے بعد [1]۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود کے متعلق ہے کہ سب سے بہتر زمانہ حضرت مسیح موعود کا تھا۔ پھر وہ جو آپ کے بعد آئے۔ پھر جو اسکے بعد آئے۔ آج کے بعد اگلا دن اس سے بہتر نہیں ہوگا۔ اور پرسوں کل سے بہتر نہیں ہوگا۔ اور نبی سے جتنا زمانی بُعد ہوتا جائے گا۔ اتنا ہی استباق فی الخیرات میں کمی آتی جائے گی۔

لفظ خیرات میں ایک اور بات بھی رکھی گئی ہے۔ اگر صرف لفظ خیر ہوتا تو اس میں وسعت پیدا نہ ہوتی۔ کیونکہ پیاسے کو پانی پلانا بھی ایک نیکی ہے۔ مگر یہاں لفظ خیرات رکھا گیا جو نیکی کی ہر قسم پر حاوی ہے۔ تو فرمایا۔ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ۔ کیونکہ اسلام انسان کو ہر طرح کامل بنانا چاہتا ہے۔ خیر سے صرف ایک نیکی معلوم ہوتی ہے۔ مگر خیرات میں ہے کہ تبلیغ کرو۔ مال بھی لاؤ۔ جان بھی دو۔ اسوقت تلوار کی ضرورت نہیں۔ حسنِ اخلاق سے کام لو۔ خدا نے صرف ایک لفظ خیرات رکھ کر معانی میں اس قدر وسعت پیدا کر دی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ اس میں من واذی نہ ہو۔ ہم سمجھ لیں کہ اگر ہم کوئی کام کرتے ہیں تو خدا پر کوئی احسان نہیں کرتے۔ بلکہ یہ اس کا ہی ہم پر احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس کام کے کرنے کا موقع دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل ہمارے شاملِ حال ہوں۔

(الفضل ۱۱/ اگست ۱۹۱۷ء)

---

[1] بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم